بھلا غور کرو کہ بشر کی طاقت ہے کہ ایسی بات کر سکے کہ اگر کوئی عرض کرتا کہ حضرت آپ اپنے لئے تو یہ کپڑا لے لیجئے اور آرام کی چیز بنا لیجئے تو آپ یہ قطعہ پڑھا کرتے۔

قطعہ
خاک نشینی است سلیمانیم ننگ بود افسر سلطانیم
ہست بسے سال کہ می پوشمش کہنہ نہ باشد جامۂ عریانیم

اور اگر کبھی کچھ اسباب اور دنیا کا ذکر آتا تو ارشاد فرماتے سے

حرص قانع نیست بیدل ورنہ اسباب جہاں
ہرچہ ما داریم ،زاں ہم اکثری درکار نیست

آپ کی اوقات شریف نہایت منضبط تھی۔ کلام اللہ آپ کو حفظ تھا اور تحقیق قرأت بھی بہت خوب تھی۔ نماز صبح اول وقت ادا فرما کر سپارہ کلام اللہ کے ختم فرماتے اور بعد اس کے حلقۂ مریدین جمع ہوتا اور تا نماز اشراق سلسلہ توجہ اور استغراق جاری رہتا۔ بعد ادا کرنے نماز اشراق کے تدریس حدیث اور تفسیر کی شروع ہوتی۔ جو لوگ اس جلسہ کے بیٹھنے والے ہیں اُن سے پوچھا چاہیے کہ اس میں کیا کیفیت ہوتی تھی اور پڑھنے پڑھانے، سننے سنانے والوں کا کیا حال ہوتا تھا۔ جہاں نام رسول خدا آیا آپ بیتاب ہو جاتے۔ اور اس بیتابی میں حاضرین پر عجیب کیفیت طاری ہوتی تھی۔ سبحان اللہ کیا شیخ تھے باقی باللہ اور عاشق رسول اللہ۔

علم حدیث اور تفسیر نہایت مستحضر تھا۔ اگر باعتبار علوم نقلی خاتم المحدثین والمفسرین تعبیر کیا جاوے تو بھی زیبا ہے اور اگر باعتبار علوم عقلی سرآمد فلسفیان متقدمین اور متاخرین لکھا جاوے تو بھی بجا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیا جمیع علوم پیدا کیا تھا کہ ہر ایک علم ظاہری اور باطنی میں درجہ کمال بہ انتہائے کمال حاصل تھا۔ بعد اس درس و تدریس کے آپ کچھ تھوڑا سا

مفصل خط لکھا۔ اس میں حضرت یوسفؑ اور فرعون کے معاملے سے استدلال کرتے ہیں اور انھیں باتوں پر زور دیتے ہیں، جن کا چند سال پہلے لکھنؤ والے مکتوب میں بہ شد و مد رد کر چکے تھے۔"
...... دہلی کے کئی خاندانی آدمیوں نے انگریزی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ اور شاہ صاحبؒ کا

کھانا کہ عبادتِ معبود کو کافی ہو تناول فرماکر بہ اتباع سنتِ نبویؐ قیلولۂ استراحت میں آرام کرتے۔ تھوڑی دیر بعد اول وقت نمازِ ظہر ادا فرماکر پھر درس تدریس حدیث و تفسیر و فقہ اور کتب تصوف میں مشغول ہوتے اور نمازِ عصر تا نمازِ مغرب حلقۂ مریدین جمع ہوتا۔ اور ہر ایک آپ کی توجہ سے علو مدارج حاصل کرتا۔ ہمیشہ تمام رات آپ شب بیداری فرماتے تھے، شاید کہ گھڑی دو گھڑی بمقتضائے بشریت غفلت آجاتی ہو سو وہ بھی جا نماز پر۔ برسوں آپ نے چارپائی پر استراحت نہیں فرمائی۔ اگر نیند کا بہت غلبہ ہوا یوں ہی اللہ اللہ کرتے پڑرہے۔ آپ کی خانقاہ میں عجب عالم ہوتا تھا۔ بوریا کا فرش رہتا تھا اور اسی کے سرے پر ایک مصلّے کبھی بوریا کا اور کبھی اور کسی چیز کا پڑا رہتا تھا اور وہیں ایک تکیہ چمڑے کا رکھا رہتا تھا۔ آپ دن رات اسی مصلّے پر بیٹھے رہتے اور عبادتِ معبود کیا کرتے اور سب طالبین گرداگرد آپ کے حلقہ باندھے بیٹھے رہتے۔ اور ہر ایک کو جُدا جُدا فیض حاصل ہوتا۔ اگر کبھی کچھ فرش فروش کا ذکر آتا تو آپ ارشاد فرماتے کہ ؎

لنگلکے زیر و لنگلکے بالا — نہ غمِ دُزد و نے غمِ کالا
گز کی بوریا و پوستکی — دل کی پر زور دردِ دوستکی
ایں قدر بس بود جمالی را — عاشق رند لاابالی را

حق یہ ہے کہ ایسا برشتہ جان شیخ دیکھنے میں نہیں آیا۔ اور میں تو اس بات پر عاشق ہوں کہ باوجود اتنی آزادی اور خود رفتگی کے سرِ مو احکامِ شریعت سے تجاوز نہ تھا اور جو کام تھا وہ باتباعِ سنت تھا۔ لقمۂ مشتبہ سے نہایت پرہیز کرتے اور مال مشتبہ ہرگز نہ لیتے جو شخص خلافِ شرع اور سنت ہوتا اس سے نہایت خفا ہوتے اور اپنے پاس اس کا آنا گوارا نہ کرتے اور فرماتے۔ قطعہ

مولوی عبدالحی اپنے خویش کو ملازمت میرٹھ کی اجازت دے دیتا اس دروازے کی بندش کا ٹوٹ جانا تھا۔ البتہ خانقاہ والوں کا مسلک غدر تک یہی رہا، وہ انگریزی حکومت کے نوکروں سے کسی طرح کا نذرانہ یا تحفہ قبول نہیں کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے ان کا وسیلہ معیشت مشتبہ ہے۔ بر سید احمد خاں

یا مرو با یار ازرق پیرہن یا بہ کش بر خانماں انگشت نیل
یا مکن با پیل بانان دوستی یا بنا کن خانۂ درخورد پیل

میرے تمام خاندان کو اور خصوصاً جناب والد ماجد کو آپ سے خاص اعتقاد تھا۔ اور میرے جناب والد ماجد اور میرے بڑے بھائی جناب احتشام الدولہ سید محمد خان بہادر مرحوم کو آپ ہی سے بیعت تھی اور آپ کی میرے خاندان پر اس قدر شفقت اور محبت تھی کہ میرے والد ماجد کو اپنے فرزند سے کم نہیں سمجھتے تھے۔ میرے والد ماجد بھی آپ کی صحبت کی برکت سے آزادہ مزاج اور دراستہ طبع تھے۔ کبھی کبھی بموجب اس مصرع کے

کرم ہائے تو ما را کرد گستاخ

کوئی بات گستاخانہ عرض کرتے یا کوئی حرکت آپ کے خلاف مرضی سرزد ہوتی تو آپ بارہا ارشاد فرماتے کہ اگرچہ میں نے اپنے تئیں غم زن و فرزند سے دُور رکھا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ ہوئی کہ اس شخص کی محبت اپنے فرزندوں سے سوا دے دی، جو سو کہو اور جو چاہو کرو۔

میں ہر روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور آپ اپنی شفقت اور محبت سے مجھ کو اپنے پاس مصلّے پر بٹھا لیتے اور نہایت شفقت فرماتے۔ لڑکپن میں کچھ تمیز تو ہوتی نہیں خصوصاً صغر سن میں جو چاہا سو کیا، جو چاہتا سو کرتا۔ اور حرکات بے تمیزانہ مجھ سے سرزد ہوتیں اور آپ ان سب کو گوارا فرماتے۔ میں نے اپنے دادا کو تو نہیں دیکھا آپ ہی کو دادا حضرت کہا کرتا تھا۔ آپ کے کمالات اور خرق عادات اس سے زائد کہ بیان میں آویں۔ اس واسطے اس مختصر میں اُس کی گنجائش نہیں دیکھتا۔ اور میرے نزدیک ایسے شخص کی کرامت کا بیان کرنا اس کے رتبہ سے

مرحوم بھی خانقاہ کے مریدوں میں سے تھے اور شاہ غلام علی سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ انھوں نے جب انگریزی نوکری کرلی اور اس کے بعد خانقاہ کے مشائخ سے ملنے گئے اور حسب معمول نذر لے گئے تو خانقاہ کے تمام مشائخ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔"

حضرت شاہ غلام علی نے حدیث شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین علیہما الرحمہ سے پڑھی تھی اور سلوک و معرفت میں حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں سے مستفیض تھے۔ ان کا شمار حضرت جانِ جاناں کے نامور خلفاء میں ہوتا ہے،